Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

بانگِ درا کی ماخوذ نظمیں

*Dr. Tayyaba Nighat, **Dr. Shazia Andleeb

ABSTRACT

This is an analytical study of the poems of Dr. Allama Muhammad Iqbal which are derived from the English literature. The English poems' translated versions in Urdu, made by Iqbal are creative and matchless. The poet has made a landmark correspondence to the subject matter of the poem and possesses the full command over both languages. These translated and derived poems show Iqbal's intuitive innovations which might be viewed as his own creations. Here we see the original climax of his amalgamation of art, derivation and creativeness. Indeed this is a worthy work.

کلیدی الفاظ: اقبال، بانگِ درا، ماخوذ نظمیں، موضوعاتی مطالعہ۔

علامہ اقبال کے مربوط نظامِ افکار نے اقلیمِ شعر و سخن پر ایک طرف دور رس اثرات مرتب کیے تو دوسری جانب ایک نئے علم الکلام کی بازیافت کی جس کی کہکشاں میں کئی جگمگاتے ستارے طلوع ہوئے اور انہوں نے فکرِ اقبال کو آگے بڑھایا۔ علامہ اقبال کی شاعری بلاشبہ ایک انتہائی تیز فہم اور نابغہ روزگار انسان کی مشاہداتی و تجرباتی اور وجدانی کائنات کا مظہر ہے لیکن کوئی بھی مفکر، فلسفی یا شاعر اپنے متقدمین اور اپنے ہم عصر فکری رویوں سے اخذ و قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ علمی اکتساب اسی اخذ و قبول کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے پہلے اردو مجموعہ کلام بانگِ درا میں متعدد ماخوذ نظمیں ہیں جن میں ایک "مکڑا اور مکھی"، "ایک پہاڑ اور گلہری"، "ایک گائے اور بکری"، "بچے کی دعا"، "ہمدردی"، "ماں کا خواب"، "عشق اور موت"، "پیامِ صبح" اور "رخصت اے بزمِ جہاں" وغیرہ اہم ہیں۔ یہ نظمیں مختلف مغربی شعرا کے کلام سے ماخوذ ہیں۔ ان ماخوذ نظموں کے مآخذ کی نشاندہی زیادہ تر نہیں کی گئی البتہ مطالب کلام اقبال اردو میں مولانا غلام رسول مہرؔ نے بعض جگہ نشاندہی کر دی ہے۔

بعض لوگ اقبال کی ماخوذ نظموں کے بارے میں اعتراضات کرتے ہیں کہ اقبال کے انگریزی زبان و ادب سے اخذ کیے گئے خیالات دراصل سرقہ کے ضمن میں آتے ہیں لیکن اقبال کے متعلق اس قسم کے اعتراضات حقیقت میں بے بنیاد ہیں کیونکہ ادب کا قاری جانتا ہے کہ اقبال نے اگر انگریزی نظموں کا ترجمہ بھی کیا ہے تو ان میں اپنے فکری اور جذباتی لمس کو اس حد تک شامل کیا ہے کہ ان پر طبع آزاد ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ اقبال جیسا شاعر اگر پر ولیم کی یا جین ٹیلر کی نظموں کا ترجمہ کرتا ہے یا خیالات اخذ کرتا ہے تو ان کو من و عن پیش کرنے کے بجائے اپنے فکری نظام اور جذباتی معروضات کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتا ہے۔ یہی ایک بڑے شاعر کی نشانی ہے کہ وہ کسی اور کے مضمون کو جب بیان کرے تو پڑھنے والے کو اس میں اس قدر اچھوتا اور نرالا پن نظر آئے کہ اس مضمون پر اسی کی اجارہ داری محسوس ہو۔

بانگِ درا میں پہلی ماخوذ نظم "ایک مکڑا اور مکھی" میری ہوِٹ کی نظم The Spider and the Fly کا آزاد ترجمہ ہے جو ۹۲۸۱ء میں شائع ہوئی تھی اور ایک مکالماتی انداز کی حامل ہے۔ اقبال نے اپنی نظموں میں غیر انسانی کرداروں یعنی جمادات و نباتات اور حیوانات کو حرکی اور نامیاتی سطح پر نہ صرف متعارف کروایا بلکہ ان کے زندہ و جاوید مکالمات سے نظم میں سوالات و جوابات کی ایک الگ اسلوبِ بیان کی حامل روایت قائم کی جو صرف انھی کی اختراع ہے۔ ایک مکڑا اور مکھی اور ایک گائے اور بکری حیوانی کرداروں کے مکالمات سے تشکیل ہونے والی نظموں کی مثالیں ہیں۔ اسی طرح ایک پہاڑ اور گلہری میں پہاڑ جماداتی کردار کے طور پر اور گلہری حیوانی کردار کے طور پر سامنے آتا ہے اور دونوں کے مکالمات سے نظم آگے چلتی ہے۔

میری ہوٹ (Mary Howitt) نے اس نظم کا آغاز "مکڑا اور مکھی" کے مکالمے سے کیا ہے جب مکڑی مکھی کو کہتی ہے کہ وہ اس کے آرائش خانے میں چلے جہاں وہ اس کا بناؤ سنگھار کرے گی اور مکھی یہ کہہ کر انکار کر دیتی ہے کہ جو بھی تیرے دام میں پھنستا ہے پھر وہ وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ میری ہوٹ کی نظم کے ابتدائی متن ملاحظہ ہو:

*Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College Women University Faisalabad

**Office Assistant, Department of Urdu, Govt. College Women University Faisalabad

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

"Will you walk into my parlour?" said the Spider to the Fly,

"'Tis the prettiest little parlour that ever you did spy;

The way into my parlour is up a winding stair,

And I have many curious things to shew when you are there".

"Oh no, no," said the little Fly, "to ask me is in vain,

For who goes up your winding stair can ne'er come down again".

"I'm sure you must be weary, dear, with soaring up so high;

Will you rest upon my little bed?" said the Spider to the Fly.

"There are pretty curtains drawn around; the sheets are fine and thin,

And if you like to rest awhile, I'll snugly tuck you in"!

"Oh no, no," said the little Fly, "for I've often heard it said,

They never, never wake again, who sleep upon your bed!"(1)

نظم کے اصل متن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ میری ہوٹ نے انتہائی سادہ اور سپاٹ انداز میں مکھی اور مکڑے کے مکالمے کو پیش کیا ہے اور آغاز ہی سے مکڑے کے مکالمے کو پیش کیا ہے جبکہ اقبال نے اس نظم کو چونکہ بچوں کے پیشِ نظر ترجمہ کیا تھا، لٰہذا بچوں کی نفسیات کے مطابق پہلے انھوں نے نظم کی فضا کو تشکیل دیا ہے اور پھر مکڑے کی لجاجت بھری زبان سے جملے کہلوائے ہیں۔ اقبال کا اپنا اندازِ بیان ہے۔ انھوں نے زبان و بیان کو سلیس اور رواں رکھا ہے اور دونوں کرداروں کی گفتگو کے ساتھ ساتھ ان کی حرکات و سکنات کو بھی نظم کیا ہے۔ یہ نظم اتنی طبع زا معلوم ہوتی ہے کہ نظم پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ میری ہوٹ نے اقبال سے استفادہ کیا ہے، اقبال نے نہیں۔ مندرجہ بالا انگریزی نظم کے دو بند پیش کیے گئے ہیں۔

اب اقبال کی نظم میں انھی دو بندوں کے اشعار کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ ترجمہ پڑھ کو مندرجہ بالا خیالات کی صداقت واضح ہو جائے گی۔

کسی دن کسی مکھّی سے یہ کہنے لگا مکڑا

اس راہ سے ہوتا ہے گزر روز تمھارا

لیکن مری کُٹیا کی نہ جاگی کبھی قسمت

بھُولے سے کبھی تم نے یہاں پاؤں نہ رکھّا

غیروں سے نہ ملِیے تو کوئی بات نہیں ہے

اپنوں سے مگر چاہیے یوں کھنچ کے نہ رہنا

آؤ جو مرے گھر میں تو عزّت ہے یہ میری

وہ سامنے سیڑھی ہے جو منظور ہو آنا

مکھّی نے سُنی بات جو مکڑے کی تو بولی

حضرت! کسی نادان کو دیجے گا یہ دھوکا

اس جال میں مکھّی کبھی آنے کی نہیں ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جو آپ کی سیڑھی پہ چڑھا، پھر نہیں اُترا
مکڑے نے کہا واہ! فریبی مجھے سمجھے
تم سا کوئی نادان زمانے میں نہ ہو گا
منظور تمھاری مجھے خاطر تھی وگرنہ
کچھ فائدہ اپنا تو مرا اس میں نہیں تھا
اُڑتی ہوئی آئی ہو خدا جانے کہاں سے
ٹھہرو جو مرے گھر میں تو ہے اس میں بُرا کیا!
اِس گھر میں کئی تم کو دکھانے کی ہیں چیزیں
باہر سے نظر آتا ہے چھوٹی سی یہ کُٹیا
لٹکے ہوئے دروازوں پہ باریک ہیں پردے
دیواروں کو آئینوں سے ہے میں نے سجایا
مہمانوں کے آرام کو حاضر ہیں بچھونے
ہر شخص کو ساماں یہ میّسر نہیں ہوتا۲

ایک "مکڑا اور مکھی" جیسی نظم بچوں کے لیے لکھی گئی ہے جس کا مقصد بچوں کے لیے ایک سبق آموز واقعہ کا بیان ہے۔مکڑے کے جالے کے قریب سے بھنبھناتی ہوئی ایک مکھی کو کئی دن کا بھوکا مکڑا جو دیکھتا ہے تو اسے اپنی چکنی چپڑی باتوں میں لا کر اپنے جال میں پھانسنا چاہتا ہے لیکن مکھی بظاہر دانا ہے اور انکار کرتی ہے۔مکڑا بالآخر جب مکھی کے حسن وجمال کی تعریف میں رطب اللساں ہو کر خوشامد کا جال بچھاتا ہے تو کامیاب ہو جاتا ہے اور وہ دانا مکھی لقمہ اجل بن جاتی ہے۔اسی امر کی طرف مولانا غلام رسول مہرؔ نے اشارہ کیا ہے:

"اس نظم میں بچوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ دشمن خواہ لاکھ چکنی چپڑی اور خوشامد کی باتیں کرے اس کے بہلانے پھسلانے میں ہرگز نہ آنا چاہیے"۔۳

نظم میں دراصل خوشامد پسندوں کے عاقبت نااندیش اقدام اٹھا کر برے انجام کار سے دوچار ہونے کا تنبیہی احوال بیان کیا گیا ہے کہ خوشامد کیسی دانا مخلوق کو اندھا کر دیتی ہے:

مکھی نے سنی جب یہ خوشامد تو پسیجی
بولی کہ نہیں آپ سے مجھ کو کوئی کھٹکا
انکار کی عادت کو سمجھتی ہوں برا میں
سچ یہ ہے کہ دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا
یہ بات کہی اور اڑی اپنی جگہ سے
پاس آئی تو مکڑے نے اچھل کر اسے پکڑا
بھوکا تھا کئی روز سے اب ہاتھ جو آئی
آرام سے گھر بیٹھ کے مکھی کو اڑایا۴

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

لہٰذا بچوں کو ترغیب دینا مقصود ہے کہ تعریف اور خوشامد پسندی کے بجائے حقیقت پسندی کو اپنائیں تاکہ ممکنہ خطرات سے بچا جا سکے۔ نظم فکری تعمق کے بجائے تسہیلِ فکر، روانی اور سلاست لیے ہوئے ہے۔ بحر رواں ہے۔ اگرچہ ماخوذ ہے مگر اسلوب بیان بتارہا ہے کہ اقبال کی تقلیب سے گزرا ہے۔

دوسری نظم "ایک پہاڑ اور گلہری" امریکہ کے مشہور ادیب، فلسفی اور شاعر آر ڈبلیو ایمرسن کے کلام سے ماخوذ ہے۔ لیکن اس امر کی نشاندہی موجود نہیں ہے کہ ایمرسن کی کس نظم سے ماخوذ ہے۔ اس نظم کے مخاطب بھی بچے ہیں۔ نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ کائنات میں کوئی بھی چیز نکمی اور بے مصرف نہیں ہے۔ اس ضمن میں قرآن سے بھی استدلال موجود ہے:

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ۵

یعنی ہر ایک چیز کو ایک محتاط اندازے اور تدبیر کے ساتھ اس نہج پر خلق کیا گیا ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی مصرف اس دنیا میں ہے۔ اس نظم میں اقبال نے پہاڑ کو کبر و نخوت کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے جو گلہری جیسی ادنیٰ مخلوق کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر گلہری اس کے تکبر کے بت کو توڑتی ہے۔ گلہری کے مکالمے نہایت فکر انگیز ہیں جن کے ذریعے سے اقبال نے یہ سمجھایا ہے کہ خداوندِ عالم نے چھوٹی بڑی ہر مخلوق کو حسنِ ترتیب سے بنا کر اس کا مقصد متعین کر دیا ہے۔

نہیں چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کار خانے میں ۶

نظم کا اختتام عالمگیر انسانی محبت کے پیغام پر ہوتا ہے کہ ہماری خیالات کے برعکس خدا کے ہاں کوئی برا نہیں ہے اور وہاں ہر کسی کا اپنا اپنا مقام و مرتبہ ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے کی حیثیتیں متعین نہ کریں کہ یہ کارِ خداوند ہے۔ حیثیت کے تعین کو دیکھیے کہ نکلے دونوں جنت سے لیکن حیثیتیں دونوں کی اللہ نے متعین کیں۔ ایک کو رجیم بنا کر نکالا اور ایک کو خلیفہ بنا کر نکالا، لہٰذا ہر ایک مخلوق کی حیثیت وہی خود متعین کرتا ہے۔ علامہ اقبال کی اس قبیل کی ماخوذ نظموں کا مقصد نئی نسل میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا احساس پیدا کرنا ہے۔ اسی لیے انھوں نے دلچسپ موضوعات کا انتخاب کیا۔ چونکہ ایسی روایت اردو شاعری میں نہیں ملتی جبکہ مغربی شاعری میں بکثرت ایسے موضوعات پائے جوتے ہیں تو اقبال نے مغربی شعرا کے کلام سے استفادہ کرتے ہوئے مقامی اور علاقائی رنگ ڈھنگ میں اس کو ڈھال کر مکالماتی استفہام و اثبات کے انداز میں پیش کر دیا۔ ایک گائے اور بکری بھی اسی قبیل کی ماخوذ نظم ہے جس کے متعلق مولانا غلام رسول مہرؔ رقم طراز ہیں:

"اس نظم سے یہ نصیحت بچوں کے دل میں بٹھائی گئی ہے کہ جو کوئی نیکی کرے، اس کا احسان ضرور ماننا چاہیے۔ مفت میں اس کی برائی اور گلہ کرنا عقل اور انصاف کے خلاف ہے"۔۷

شکر گزاری عبودیت کا حق ادا کرنے اور اس کے اعتراف کی ایک شکل ہے۔ انسان کو ہر حال میں اپنے مالک کے انعامات کا احسان مند ہونا چاہیے۔ نعائم فطرت سب کے استقبال کے لیے ہیں۔ اسی طرح اس نظم میں انسان کے ماتحت اس کی ملکیت میں رکھے جانے والے چوپائے اور جانور جن پر اس کے احسانات ہیں، ان کی تعظیم اور شکر گزاری کرنے کا بچوں کو پیغام دیا گیا ہے۔

اس نظم کے پلاٹ کو تین مناظر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا منظر ایک چراگاہ کا ہے جس میں اقبال نے فطرتی شاعری یعنی Natural poetry کا نمونہ پیش کرتے ہوئے چراگاہ کا نقشہ کھینچا ہے۔ لفظی پیکروں، تمثال کاریت، تجنیس صوتی اور حدِ سیاقی انداز سے نہایت جمال آثار منظر تخلیق کیا گیا ہے:

اک چراگہ ہری بھری تھی کہیں
تھی سراپا بہار جس کی زمیں
کیا سماں اس بہار کا ہو بیاں
ہر طرف ندیاں تھیں رواں
تھے اناروں کے بے شمار درخت

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اور پیپل کے سایہ دار درخت
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آتی تھیں
طائروں کی صدائیں آتی تھیں۸

مناظرِ فطرت کو نظم کرنے کی روایت آزادؔ اور ان کے معاصر شعرا سے پڑی جس کو اقبال نے بلوغت تک بلیغ انداز میں پہنچایا۔ چراگہ کا منظر بچوں کو ذہنی طور پر اپنی طرف غیر محسوس انداز میں کھینچ لیتا ہے۔ جب بچے اس کے معصومانہ جمال سے حظ اٹھاتے ہیں تو ایسے میں بکری کے کردار کا متعارف کروایا جانا مزید دلچسپی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ بکری کے مکالمات میں سُبک انداز کا استفہام ہے جس میں احترام اور اپنائیت ہے جبکہ گائے کا کردار اس کے برعکس ناشکری کا نمائندہ ہے۔ بکری اور گائے کے مکالمات سے اقبال نے بچوں کو سمجھایا ہے کہ انسان کو عارضی مشکلات کی وجہ سے اپنے محسن کے احسانات کو نہیں بھولنا چاہیے اور ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔ بکری جب گائے سے اس کا احوال پوچھتی ہے تو وہ یوں گویا ہوتی ہے:

کٹ رہی ہے بُری بھلی اپنی
ہے مصیبت میں زندگی اپنی
زور چلتا نہیں غریبوں کا
پیش آیا لکھا نصیبوں کا
آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے
اس سے پالا پڑے خدا نہ کرے۹

آدمی کی برائی میں گائے کی گفتگو سن کر بکری کے مکالمات کے ذریعے سے شاعر نے انسان کے احسانات کا ذکر کیا ہے۔ یہ احسان فراموشی ہے کہ جس کا رزق کھایا جائے اس کا گلہ بھی کیا جائے۔ لہٰذا یہاں ایک اخلاقی سبق بکری کے ذریعے سے یہ دیا گیا ہے اور دوسرا نظم کے آخر میں گائے کی خود کلامی میں کہ اگرچہ بکری کی ذات چھوٹی ہے مگر بات بڑی پتے کی کر گئی ہے۔ لہٰذا ہمیں ناصح کے بجائے نصیحت کو دیکھنا چاہیے اور اس بات کا قطعاً خیال نہیں کرنا چاہیے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا کہہ رہا ہے:

گائے سُن کر یہ بات شرمائی
آدمی کے گلے سے پچھتائی
دل میں پرکھا بُرا بھلا اس نے
اور کچھ سوچ کر کہا اُس نے
یوں تو چھوٹی ہے ذات بکری کی
دل کو لگتی ہے بات بکری کی۱۰

اقبال ایسا ہمہ جہت شاعر ہی سب عمر کے لوگوں کا شاعر ہو سکتا ہے۔ اس نظم میں انھوں نے بچوں کے لیے جو نصیحت آموز انداز اختیار کیا ہے اس میں فطری جمالیات، فنی پختگی، دلچسپی اور دل پذیری و تاثر کی گہرائی سبھی کچھ موجود ہے وگرنہ ناصحانہ انداز کی شاعری گراں اور طبیعت پر بھاری معلوم ہوتی ہے۔ بانگِ درا کی دو اور نظموں بچے کی دعا اور ہمدردی کے مخاطب بھی بچے ہیں۔ ان میں بلند اخلاقی اقدار کا شعور پیدا کرنے کے لیے علامہ نے "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری" جیسی لازوال نظم کہی جس کے ہر مصرعے میں بلا کی تاثیر موجود ہے۔ بچے کی دعا کا نصیحتی موضوع حصولِ علم کے ذریعے سے غریبوں، بیواؤں، یتیموں اور حاجت مندوں کے کام آنا ہے اور برائیوں سے دور رہنے کی تاکید ہے جبکہ دوسری نظم ہمدردی انگلستان کے مشہورِ زمانہ شاعر ولیم کوپر کے کلام سے اخذ کی گئی ہے جس میں جگنو کی بلبل سے والہانہ محبت و ہمدردی کے ذریعے سے بچوں کو یہ سکھانا مقصود ہے کہ اس دنیا میں وہی لوگ اچھے ہیں جو صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ دوسروں کے لیے جیتے ہیں اور مشکل گھڑی میں ان کی مدد کرتے ہیں۔

"بلبل کی فریاد" کے جواب میں جگنو کا جواب انتہائی دل آیز ہے جو باہمہ ہمدردی اور تعاون کا درس دیتا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بلبل کی خود کلامی کو سن کر جگنو بلبل کی مدد کو دل و جان سے تیار ہو جاتا ہے چہ جائیکہ وہ اس کا ہم جنس نہیں ہے۔ یہاں بچوں میں اقبال نے ولیم کوپر سے زیادہ موثر انداز میں بلا تفریق رنگ و نسل اور قوم ہر مجبور اور بے بس مخلوق کی مدد کرنے کا جذبہ بیدار کرنے کا کام کیا ہے۔

اقبال کی ماخوذ نظموں میں بلا کی تاثیر ہے اور یہ نظمیں جذبے اور احساس کی سطح پر قاری کو پور متوجہ کرتی ہیں۔ ان نظموں میں اقبال جذبے کی جس شدت سے کام لیتے ہیں، وہ ان نظموں کے اصل متون میں بھی نظر نہیں آتی۔ یہ اقبال کا ہی کمال ہے کہ انہوں نے اپنے جذباتی اور محسوساتی لمس سے ماخوذ خیالات کے اندر ایک نئی حرارت اور نئی زندگی بھر دی ہے۔ بلبل اور جگنو میں جنسی اور زبان و بیان کی سطح پر کوئی قدرِ مشترک نہیں ہے۔ اگر کوئی چیز مشترک ہے تو وہ بلبل کا درد اور جگنو کا احساس ہے۔ اقبال اس قدر لطیف احساسات کا حامل شاعر ہے کہ "بلبل اور جگنو" جیسے ان بے زبان کرداروں کے احساسات کو بھی بیان کر دیا ہے جو محض چشمِ تصور میں آ سکتے ہیں۔ اس نظم کا بچوں اور بڑوں سب کو ایک واضح پیغام ہے اور وہ یہ کہ اگر اللہ نے آپ کو صلاحیتیں اور دولت دی ہے تو اس سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچائیں اور باہمی ہمدردی سے کام لیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد کو ویسے ہی محسوس کریں جیسے جگنو نے بلبل کے دکھ درد کو محسوس کیا ہے:

ٹہنی پہ کسی شجر کے تنہا
بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی
اڑنے چگنے میں دن گزارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک
ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سُن کے بلبل کی آہ وزاری
جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے
کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے!!

یہ اقبال کے کلام کی تاثیر اور ان کے قلم کا کمال ہے کہ دیگر بہت سے اشعار کی طرح اس نظم کا آخری شعر بھی زبان زدِ عام و خاص بن چکا ہے۔ ماں کا خواب ماخوذ نظم ہے جس میں اقبال نے ماؤں کو اپنے بچھڑے ہوئے بچوں کی یاد میں رونے کے بجائے صبر و تحمل سے کام لینے کا پیغام دینے کے لیے دوسری ماخوذ نظموں کے برعکس ایک الگ تکنیک کا استعمال کیا ہے اور ماں کے خواب میں ماں اور بیٹے کے مکالموں سے نظم کو تشکیل دیا ہے۔

اقبال کے فکری لمس نے پیامِ صبح کو جو زندگی کی تابانی اور حرارت عطا کی ہے اس کی مثال دیگر ماخوذ نظموں میں ڈھونڈنا ممکن نہیں۔ یہ نظم مشہور اور ہر دل عزیز امریکی شاعر لانگ فیلو کی ایک نظم سے ماخوذ ہے لیکن نظم کو پڑھنے کے بعد اس کے طبع زاد ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ نظم کا ہر مصرعہ زور دار اور شعر کی داخلی جمالیات کا مرقع ہے۔ نظم کا لوکیل طلوعِ صبح اور موضوع تجدیدِ حیات اور حرکت و عمل کا پیغام ہے۔ "جبین شب کی افشاں" جیسے نادر الوجود استعارے جو اقبال نے نظم کے شروع میں استعمال کیے ہیں ان کی مثال نہیں ملتی۔ افشاں سے مراد وہ ستارہ ہے جو عورتیں مقیش کے باریک ٹکڑوں سے بہرِ آرائش اپنی جبین پر چن لیتی ہیں۔ اقبال نے اس ستارے کو رات کے تارے کے معنوں میں بہ اندازِ احسن استعمال کیا ہے:

اجالا جب ہوا رخصت جبینِ شب کی افشاں کا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نسیمِ زندگی پیغام لائی صبح خنداں کا
طلسمِ ظلمتِ شب سورۂ والنور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زر شمعِ شبستاں کا
ہوئی بامِ حرم پہ آ کے یوں گویا مؤذن سے
نہیں کھٹکا ترے دل میں نمودِ صبحِ تاباں کا؟۱۲

سورہ النور سے شب کی تاریکی کا طلسم توڑنے جیسا مصرعہ لانگ فیلو کی سادہ اور سلیس زبان میں لکھی گئی نظم میں نہیں تھا لیکن یہ اقبال کا شعری اجتہاد اور جمالیاتی اعماقِ نظر ہے کہ خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے اس میں تخلیقیت کا گنجینہ رکھ دیا۔ مناظرِ فطرت کے فطری جمال کو متحرک تشبیہات و استعارات کی زبان میں بیان کیا۔

حوالہ جات

1 .WWW.sidemypoeticside.com retrieved on 2 January 2021 at 11:30 pm

۲۔ علامہ محمد اقبال، بانگِ درا مشمولہ کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، بار سوم، ۱۹۹۵ء، ص ۵۸
۳۔ مولانا غلام رسول مہر، مطالب کلام اقبال اردو، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز، لاہور، س ن، ص ۳۴
۴۔ علامہ محمد اقبال، بانگِ درا مشمولہ کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، بار سوم، ۱۹۹۵ء، ص ۵۹
۵۔ القرآن الحکیم: القمر: ۴۹
۶۔ علامہ محمد اقبال، بانگِ درا مشمولہ کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، بار سوم، ۱۹۹۵ء، ص ۶۲
۷۔ مولانا غلام رسول مہر، مطالب کلام اقبال اردو، شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز، لاہور، س ن، ص ۴۷
۸۔ علامہ محمد اقبال، بانگِ درا مشمولہ کلیات اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، بار سوم، ۱۹۹۵ء، ص ۶۲
۹۔ ایضاً، ص ۶۴
۱۰۔ ایضاً، ص ۶۴
۱۱۔ ایضاً، ص ۸۸
۱۲۔ ایضاً، ص ۹۰